۲۱

اعتقادی اصلاح کی نسبت عملی اصلاح کیوں مشکل ہے

(فرمودہ ۱۲؍ جون ۱۹۳۶ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مجھے اس ہفتہ کے دوران میں ایک خط ایک ہندو تعلیم یافتہ خاتون کا ملا ہے جس میں انہوں نے اس خیال سے کہ اُن کا پتہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو جائے اپنے پتہ کو چھپایا ہے لیکن نام اور کام وغیرہ اور اپنے خاوند کے کام کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ میں وہ نام بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تا کہ اُن کیلئے کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جو تکلیف دہ ہو لیکن چونکہ انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میں ان کے سوال کا جواب کسی خطبہ کے ذریعہ سے دوں اس لئے اس حد تک ان کی خواہش کے مطابق میں مجبور ہوں کہ خطبہ میں ان کی اس بات کا ذکر کروں۔

وہ ایک تعلیم یافتہ ہندو خاتون ہیں اور ان کے خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں تعصّب نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ جس سوال کے متعلق انہوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ جس سوال کے متعلق انہوں نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں اُس پر خطبہ میں روشنی ڈالوں اس کی تحریک وہ کہتی ہیں کہ انہیں اس لئے ہوئی کہ کسی احمدی خاتون سے وہ میرے خطبات لے کر کچھ مدت سے پڑھ رہی ہیں اور ان کے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ شاید اس معاملہ کے متعلق اگر مَیں تحریک کروں تو نہ صرف جماعت احمدیہ کیلئے بلکہ باقی لوگوں کیلئے بھی ہدایت کا موجب ہو سکے۔

وہ لکھتی ہیں کہ آپ کی تحریک کا اثر نہ صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے بلکہ ہندوؤں کے ایک طبقہ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ ہندوؤں کا ایک طبقہ اندرونی طور پر آپ کی باتوں پر نگاہ رکھتا اور انہیں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

وہ بات جس کے متعلق انہوں نے اپنے خط میں تحریک کی ہے یہ ہے کہ لڑکیوں کی شادی عام طور پر ان جگہوں پر نہیں کی جاتی جس جگہ شادی کرنا وہ اپنے لئے مناسب خیال کرتی ہیں اس کے نتیجہ میں وہ لکھتی ہیں کہ بہت سے گھر برباد ہو رہے ہیں اور بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں شادی کرنے سے ہی انکار کر دیتی ہیں۔ چونکہ وہ ایک ایسے پیشہ سے تعلق رکھتی ہیں جس کی وجہ سے انہیں ہر مذہب و ملّت کے گھرانوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے وہ اس بات سے بہت ہی متأثر نظر آتی ہیں کہ بیسیوں گھرانے تباہی و بربادی کا منہ دیکھ رہے ہیں۔

میں چونکہ اور کوئی ذریعہ ان تک اپنے خیالات کے پہنچانے کا نہیں دیکھتا اس لئے میں انہیں خطبہ کے ذریعہ ہی اس امر سے آگاہ کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کی تعلیم اس باب میں بالکل صاف اور واضح ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ اسلام کی تعلیم اس باب میں بالکل صاف اور واضح ہے کیونکہ ہماری جماعت کسی نئے مذہب پر قائم نہیں بلکہ اسلام کی تعلیم کو ہی دنیا میں قائم کر رہی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ نکاح پسندیدگی پر مبنی ہوتا ہے [1] اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی توضیح اور تشریح میں نہایت ہی مفصّل ہدایات دی ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی انسان دھوکا نہیں کھا سکتا۔ ان امور کی طرف میں ہمیشہ ہی جماعت کو توجہ دلاتا رہتا ہوں لیکن چونکہ ان کو صرف خطباتِ جمعہ پڑھنے کا موقع ملتا ہے اور خطباتِ جمعہ میں اس قِسم کے مضامین بہت کم آتے ہیں۔ یہ مضامین زیادہ تر نکاح کے خطبات میں بیان ہوئے ہیں اور وہ ان کی نگاہ سے نہیں گزرتے اس لئے انہیں یہ خیال گزرا کہ شاید میری طرف سے اِس بات پر ابھی تک پورا زور نہیں دیا گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ نکاح کے خطبے اس تعہّد اور احتیاط سے شائع نہیں ہوتے جس تعہّد اور احتیاط سے جمعہ کے خطبے شائع ہوتے ہیں مگر پھر بھی کئی خطبے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں بعض سالوں میں آٹھ دس خطباتِ نکاح ضرور شائع ہو جاتے ہوں گے۔ ان میں اکثر انہی امور پر بحث ہوتی ہے کہ عورتوں کے مردوں پر کیا حقوق ہیں، مردوں

کے عورتوں پر کیا حقوق ہیں اور شادی کے متعلق اسلام نے کیا کیا شرائط رکھی ہیں۔ پس میں انہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اسلامی تعلیم میں اِس قسم کی مشکلات کے مقابلہ میں کامل راہنمائی موجود ہے۔ ایسی کامل راہنمائی کہ ہر مذہب وملّت کے لوگ اسے اپنے اور اپنی نسلوں کے فائدہ کیلئے اختیار کرسکتے ہیں اور اس بارے میں مَیں ہمیشہ ہی جماعت کے لوگوں سے خطاب کرکے (کہ وہی ہیں جنہیں حق کے طور پر میں خطاب کرسکتا ہوں گو فائدہ ان سے سارے ہی اُٹھا سکتے ہیں اور اُٹھاتے رہتے ہیں) یہ باتیں سمجھاتا رہتا ہوں لیکن اس میں شبہ نہیں جماعت احمدیہ ابھی پورے طور پر اس تعلیم پر عامل نہیں۔

ابھی تک ایسی مثالیں میرے سامنے آتی رہتی ہیں کہ ماں باپ نے لڑکیوں کی مرضی کے خلاف یا لڑکوں کی مرضی کے خلاف انہیں شادی کرنے پر مجبور کیا اور اس کے نتیجہ میں وہ ساری عمر کیلئے جہنم میں پڑے رہے۔ پس میں سمجھتا ہوں اس قِسم کے مضامین بیان کرنے کی ضرورت ابھی مفقود نہیں ہوئی اور چونکہ اب خطبہ نمبر کی کثرتِ اشاعت کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہے اس لئے میں کسی موقع پر جمعہ کے خطبہ میں ہی اِنْشَاءَ اللّٰہُ اس امر کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں گا۔ فی الحال چونکہ میں نے ایک اور مضمون شروع کر رکھا ہے اور اس کا پہلے ختم کرنا میرے لئے ضروری ہے اس لئے اس سلسلہ کے ختم ہونے پر میں اِس مضمون کو خطبہ جمعہ میں بیان کروں گا کیونکہ گو اس مضمون کے بیان کرنے کیلئے مجھے دوسرے مواقع بھی میسر آسکتے ہیں اور گو پہلے بھی مَیں اس امر کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرچکا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں ابھی اس مضمون کو بیان کرنے کی ضرورت ہے اور ضرورت رہے گی اور میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ اس کا خیال رکھوں گا۔

اِس کے بعد میں اُس مضمون کو لیتا ہوں جس کو میں نے پچھلے کئی جمعوں سے شروع کر رکھا ہے۔ وہ مضمون یہ ہے کہ جماعت احمدیہ جہاں عقائد کے بارہ میں ایک عظیم الشان فتح حاصل کرچکی ہے یہاں تک کہ وہی عقائد جن کو جماعت احمدیہ کی طرف سے جب پیش کیا جاتا تو دشمنوں کی طرف سے ان کا سختی سے انکار کیا جاتا آج جماعت کے شدید ترین دشمن بھی ان عقائد پر قائم ہورہے ہیں اور انہیں اپنا ہی عقیدہ قرار دے رہے ہیں وہاں عمل کے بارہ میں ہمیں بہت کچھ کوتاہی نظر آتی ہے اور ابھی ہمارے اندر وہ روح پیدا نہیں ہوئی جس روح کے ماتحت کام کرکے ہم دنیا کو

اپنے اعمال کا وہ نمونہ دکھا سکیں کہ جس کے بعد کوئی شخص ہماری جماعت کی برتری اور فوقیت کو تسلیم کرنے سے انکار نہ کرے۔ پھر یہی نہیں کہ ابھی تک ہماری جماعت کے لوگ اس تعلیم پر پورے طور پر عامل نہیں جو عملی اصلاح کے متعلق اسلام نے پیش کی بلکہ بسا اوقات وہ دوسروں کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو نقل کرنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنا لوہا لوگوں سے منوائیں لوگوں کے نقّال بن جاتے ہیں اس وجہ سے بجائے اس کے کہ جماعت کی برتری اور فوقیت ثابت ہو لوگ محسوس کرتے ہیں کہ عملی طور پر دنیا کی اصلاح کرنے میں احمدیت ناکام رہی ہے۔

یہ سوال ایسا ہے جسے ہم کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس اعتراض کو دور کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں اور اگر ہم وہ عملی اصلاح نہ کر سکیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ ہمارے لئے مقرر کی گئی اور ہماری قسمت میں لکھی گئی ہے تو ہم قطعی طور پر کسی کامیابی اور کامرانی کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ میں پچھلے دو خطبوں سے یہ مضمون بیان کرتا چلا آرہا ہوں کہ لوگوں کی اعتقادی اصلاح سے عملی اصلاح کیوں مشکل ہے۔ میں اس بارہ میں چار مشکلات بیان کر چکا ہوں جن کی وجہ سے عملی اصلاح زیادہ مشکل ہوتی ہے بہ نسبت اعتقادی اصلاح کے۔ آج میں اس امر کے چند اور سبب بیان کرتا ہوں کہ کیوں اعتقادی اصلاح کی نسبت عملی اصلاح ایسے زمانوں میں زیادہ مشکل ہوتی ہے جب مذہب کے ساتھ حکومت نہیں ہوتی۔

پانچواں سبب اس مشکل کا یہ ہے کہ عقیدے کے راستے میں انسان کے بیوی بچے حائل نہیں ہوتے لیکن عمل کے راستہ میں اس کے بیوی بچے حائل ہو جاتے ہیں۔ جب ایک انسان کہتا ہے خدا ایک ہے تو یہ کہنے کے ساتھ اُسے اپنے بیوی بچوں کے آرام کو قربان نہیں کرنا پڑتا۔ یا جب کوئی کہتا ہے محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں تو اس اعلان کے ساتھ اُسے اپنے بیوی بچوں کی کوئی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔ یا جب وہ کہتا ہے کہ میں قیامت پر ایمان لے آیا تو یہ دعویٰ اس کی اس ذمہ داری میں جو اس پر اپنے بیوی بچوں کے متعلق ہوتی ہے خلل نہیں ڈالتا۔ اسی طرح جب کوئی ملائکہ پر ایمان لاتا ہے، استجابتِ دعا پر ایمان لاتا ہے، جزاء وسزا پر ایمان لاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر ایمان لاتا ہے تو اسے اپنی اہلی ذمہ داری کے پورا کرنے میں کوئی روک محسوس نہیں ہوتی اور نہ یہ عقائد اس کیلئے کسی فتنہ کا موجب بنتے ہیں سوائے اس صورت میں کہ بیوی بچے اس

کے ساتھ عقائد میں اختلاف رکھتے ہوں تب بے شک جھگڑا ہوسکتا ہے۔ مثلاً خاوند کہتا ہو کہ خدا ایک ہے اور بیوی کہتی ہو کہ خدا ایک نہیں دو ہیں یا تین ہیں۔ یا ایک شخص کا عقیدہ ہو کہ اس دنیا میں انسان تناسخ کے ذریعہ بار بار آتا ہے اور اس کے باپ کا یہ عقیدہ ہو کہ اس دنیا سے مرکر انسان ایک اور دنیا میں جاتا اور پھر اس جگہ واپس نہیں آتا۔ تو عقائد میں یہ اختلاف جھگڑے کا موجب ہوسکتا ہے لیکن عقائد میں اتحاد کی صورت میں اُس کی بیوی بچے عقیدہ کے راستہ میں حائل نہیں ہوتے اور نہ روک بنتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی جب عقائد میں اختلاف ہو عمل کی وجہ سے ہی روکیں پیدا ہوتی ہیں محض عقائد کی وجہ سے روکیں پیدا نہیں ہوتیں۔ اس کے مقابلہ میں عمل کی یہ حالت نہیں عمل میں قدم قدم پر بیوی بچوں کی تکلیف انسان کے سامنے آجاتی ہے۔ مثلاً ساری عمر کوئی شخص تسلیم کرتا رہے کہ خدا ایک ہے ایک موقع پر بھی اس عقیدہ کی وجہ سے اس کے بیوی بچوں کی تکلیف اس کے سامنے نہیں آئے گی۔ مثلاً یہ نہیں ہوگا کہ اس شخص کی بیوی بھوکی رہتی ہو اس وجہ سے کہ وہ خدا کو ایک سمجھتا ہے۔ یا اسے پہننے اور تن ڈھانکنے کیلئے کپڑا نہ ملتا ہو اس لئے کہ اس کا خاوند کہتا ہے خدا ایک ہے۔ یا اُسے اپنی بیمار بیوی کے علاج کیلئے کوئی پیسہ نہ ملتا ہو اس لئے کہ وہ کہتا ہے میں محمد ﷺ کو سچا رسول مانتا ہوں۔ غرض انسان کے اہلی فرائض کی ادائیگی میں عقائد اتنے روک نہیں بنتے جتنا عمل روک بن جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں بے شک عقائد کا اختلاف بھی بہت بڑی روک بن جاتا ہے مگر یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کسی نبی کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے اور عقائد کے اختلاف پر اپنے عزیز اور رشتہ دار بھی شور مچانے لگ جاتے ہیں لیکن اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس وقت بھی مسائل کا اختلاف اتنی دشمنی کا باعث نہیں ہوتا جتنا اعمال کا اختلاف دشمنی کا باعث بنتا ہے۔

آج جو دنیا میں ہم سے دشمنی کی جارہی ہے اور لوگوں کو ہم پر غصہ ہے وہ دشمنی اور غصہ انہیں اتنا اس بات پر نہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیوں مانتے ہیں جتنا غصہ انہیں اس بات پر ہے کہ یہ ہمارے پیچھے نمازیں کیوں نہیں پڑھتے، ہمارے جنازے کیوں نہیں پڑھتے، ہمیں لڑکیاں کیوں نہیں دیتے۔ اگر خدانخواستہ ہماری جماعت کمزوری دکھائے اور وہ غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے لگے، اُن کے پیچھے نمازیں ادا کرنے لگے، اُنہیں لڑکیاں دینے لگے تو آج ہماری جس قدر مخالفت ہے یہ جھاگ کی طرح بیٹھ جائے یا بہت ہی خفیف رہ جائے۔ تو

درحقیقت عملی اختلاف ہی انسانی طبائع میں اشتعال پیدا کیا کرتا ہے مگر اس کے علاوہ عمل کئی اَور راہوں سے بھی انسان پر اثر ڈالتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اسلام کی یہ تعلیم سنتا ہے کہ خدا ایک ہے اور وہ یہ بھی سنتا ہے کہ کسی کا مال نہیں کھانا چاہیئے۔ اب جب وہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے تو اس عقیدہ کی وجہ سے اُس کی بیوی کو فاقے نہیں کرنے پڑتے اور نہ اُس کے بچے کو کوئی نقصان پہنچتا ہے لیکن جب اسلام کی یہ تعلیم اس کے سامنے آتی ہے کہ کسی کا مال نہیں کھانا چاہیئے تو فرض کرو کسی نے اس کے پاس سَو روپیہ امانت کے طور پر رکھا ہؤا ہوتا ہے لیکن کوئی گواہ نہیں ہوتا اب وہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں یہ روپیہ لے لوں تو میرا بچہ جو بیمار ہے اس کے علاج پر یہ روپیہ صرف کردوں گا۔ آخر حکیم بغیر فیس کے نہیں آتا نہ دُکاندار بغیر قیمت کے دوائیں دیتا ہے پھر اُس کی بیماری کا علاج ہو تو کس طرح؟ پس ایسے موقع پر اس کے اور اسلام کی تعلیم کے درمیان اس کے بچے کی صحت آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ اگر اسلام کی امانت کے متعلق تعلیم کو مانتا ہے تو اُس کا بچہ مر جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کو اگر وہ ایک مانتا ہے یا بالکل ہی خدا تعالیٰ کے وجود کو نہیں مانتا تو اس سے اس کے بچے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یا مثلاً میں نے زمینداروں کے متعلق بتایا تھا کہ وہ اپنی لڑکیوں کو ورثہ نہیں دیتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح جائداد غیر کے پاس چلی جائے گی اور ان کی خاندانی عزت اور وجاہت کم ہو جائے گی۔ پس چونکہ اِس تعلیم پر عمل کرنے سے ایک زمیندار یہ دیکھتا ہے کہ اُس کی عزت جاتی رہے گی اِس لئے عزت کا خیال عمل کے راستہ میں روک بن کر کھڑا ہو جائے گا لیکن خدا تعالیٰ کو ایک مان کر تو اُس کی عزت برباد نہیں ہوتی۔ یا جب وہ کہتا ہے محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں تو اِس سے اُس کی اقتصادی حالت پر اثر نہیں پڑتا۔ یا اگر وہ یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے تو اُس سے اُس کی زمین کم نہیں ہوتی۔ یہ نہیں ہوگا کہ اگر اُس کا ایک ایکڑ پہلے ۹ کنال کا ہؤا کرتا تھا تو خدا تعالیٰ کو ایک مان کر چھ کنال کا ایکڑ رہ جائے گا لیکن جب وہ یہ کہتا ہے کہ شریعت کے مطابق ورثہ دینا چاہیئے اور اُس کا لڑکا لڑکی ہو تو اس کی جائداد کا تیسرا حصہ اسی وقت کم ہو جاتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کو ایک ماننے میں اسے نقصان نظر نہیں آتا لیکن ورثہ کی تعلیم پر عمل کرنے میں فوراً نقصان نظر آنے لگتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر میں نے اس پر عمل کیا تو میری جائداد کا تیسرا حصہ غیر کے پاس چلا جائے گا پھر نا معلوم اس کا میرے ساتھ کیسا تعلق ہو وہ میرا شریک بن کر مجھے نقصان پہنچائے گا

اور میں اتنی عزت کا مالک نہیں رہوں گا جتنی عزت کا اب مالک ہوں۔ غرض جب وہ خدا تعالیٰ کا یا رسول کریم ﷺ کی رسالت کا قائل ہوتا ہے تو اُس کی عزت اُس کے راستہ میں حائل نہیں ہوتی، نہ بیٹے حائل ہوتے ہیں لیکن جونہی وہ لڑکی کو ورثہ دینے لگتا ہے بیٹے کی شکل اُس کے سامنے آجاتی ہے جو اُس سے رحم کی درخواست کر رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے باپ! مجھ پر رحم کر۔ پس خدا ایک ہے کہنے کے نتیجہ میں اُس کے بیٹے کی شکل اس کے سامنے نہیں آتی لیکن جب اُسے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اپنی بیٹی کو ورثہ دو تو فوراً اس کے بیٹے کی شکل اس کے سامنے آجاتی ہے اور وہ اسے یہ کہتا نظر آتا ہے کہ باپ! تم نے سَوا ایکڑ میں بمشکل زندگی بسر کی تھی اب مجھ سے یہ کس طرح اُمید کر سکتے ہو کہ میں چھیاسٹھ ایکڑ میں گزارا کر سکوں گا۔ پس لڑکی کو ورثہ دینے کا حکم سن کر بیٹے کی شکل اُس کے سامنے آجاتی اور عمل کے راستہ میں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ یا مثلاً ظلم کا سوال ہے ایک آدمی مرجاتا ہے اس کی جائداد کا سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوتا، اس کا ایک چھوٹا سا یتیم بچہ رہ جاتا ہے، زمیندار جس وقت ہل لے کر کھیت کے کنارہ پر پہنچتا ہے تو اُسے خیال آتا ہے کہ مجھے اپنی زمین میں سے دس من دانے آئیں گے میرے اتنے لڑکے ہیں اتنی لڑکیاں ہیں، میری بیوی ہے، میرے عزیز رشتہ دار ہیں ان سب کے خرچ کا میں ذمہ دار ہوں دس من دانے تو کافی نہیں ہوں گے اس پر وہ کہتا ہے ساتھ کے کھیت کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں اس زمین کا مالک مر چکا ہے اور بچہ چھوٹا ہے اگر میں دو گز اور زمین میں اپنا ہل چلا لوں تو اس میں کیا حرج ہے دس من کی بجائے میرے دانے گیارہ من ہو جائیں گے اور اس طرح گزارہ اچھا ہو سکے گا۔ یہ خیال آتے ہی اس کے بیل آگے چلنے لگ جاتے ہیں اور یہ بنہ شکنی کر کے دوسرے کی زمین کے ٹکڑے کو اپنی زمین میں مِلا لیتا ہے۔ مگر کبھی خدا تعالیٰ پر ایمان لانا یا محمد ﷺ کو سچا رسول تسلیم کرنا یا قیامت اور جزاء اور سزا کے دن کو ماننا اس طرح اس کے عمل کے راستہ میں روک نہیں بنتا۔ یا مثلاً دین کی خاطر چندہ دینے کا سوال ہے۔ جب ہم اس سے سب سے بڑا چندہ مانگتے اور کہتے ہیں کہ اپنے دل سے سب بتوں کو نکال دے تو وہ اس کیلئے فوراً تیار ہو جاتا ہے لیکن جب چند پیسوں کا سوال آجائے تو اس کیلئے اتنا تیار نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ عقیدہ کے ساتھ کوئی مادی چیز نہیں دینی پڑتی لیکن چندہ دینے میں چونکہ مادی چیز دینی پڑتی ہے اس لئے فوراً اسے خیال آجائے گا کہ میں تو آگے ہی تنگی سے

گزارہ کر رہا ہوں اگر چندہ دے دیا تو میرے بیوی بچے کیا کھائیں گے۔ یا اسی طرح جانی قربانی کا سوال ہے، یا دین کیلئے وطن چھوڑنے کا سوال ہے ایسے موقعوں پر معاً انسان کو اپنے بیوی بچوں کا خیال آجاتا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر میں غیر ملک کو چلا گیا تو میری بیوی کو کھانے پینے کا سامان کون لا کر دیا کرے گا، بچوں کی نگرانی کون کرے گا۔ غرض انسان کے جذبات اور اس کی محبت کے تعلقات جن وجودوں سے وابستہ ہیں عمل کے میدان میں وہ قدم قدم پر روک بنتے اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ دیکھنا! ہمارا خیال رکھنا۔ دیکھنا! ہمارا خیال رکھنا۔ پس اس لئے قدم قدم پر وہ عمل کے راستہ سے اسے ہٹا دیتے ہیں لیکن عقیدہ کے بارہ میں کوئی ایسی بات پیش نہیں آتی۔ جب یہ عقیدہ میں ایک ہوتے ہیں تو میاں بیوی اور بچے سارے ہی خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں، سارے ہی محمد ﷺ کی صداقت کے قائل ہوتے ہیں، سارے ہی قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور ان عقائد کے بارہ میں اس کے راستے میں روک بن کر کھڑے نہیں ہوتے لیکن جب عملی قربانی کا سوال ہو، جب دیانت اور امانت کے قائم کرنے کا سوال ہو تو اس وقت سو دفعہ یہ روک بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔

یہ صرف چند مثالیں میں نے بیان کی ہیں ورنہ بیسیوں اعمال ایسے ہیں کہ انسان ان کے کرنے میں اس لئے کمزوری دکھاتا ہے کہ اس کے بیوی بچے اس کے ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ عملاً اس کے ہاتھ پکڑ لیتے ہیں بلکہ ان کی محبت کا ہاتھ اسے نیکی کی باتوں پر عمل نہیں کرنے دیتا۔ جب یہ سرکاری عدالتوں میں رشوت لینے کیلئے بیٹھتا ہے اُس وقت اسے اس کے بیوی بچے نہیں کہتے کہ تم رشوت لو مگر ان کی شکل اس کے سامنے آجاتی ہے اور ان کی محبت میں مجبور ہو کر وہ رشوت لے لیتا ہے۔ یا جب یہ ایک یتیم اور مسکین کی حق تلفی کرتا ہے تو اُس وقت اسے اس کے بیوی بچے یہ نہیں کہتے کہ تو حق تلفی کر بلکہ ان کی محبت کی وجہ سے وہ حق تلفی کرتا ہے اور یہ محبت اس کے دل و دماغ پر اِس قدر غالب ہوتی ہے کہ اگر وہ خود بھی اسے اس بات سے روکیں اور منع کریں تب بھی وہ نہیں رُکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے ذمہ داری مجھ پر ہے ان کو کیا پتہ کہ کس مصیبت سے روزی کمائی جاتی ہے۔ تو انسانی اعمال کی درستی میں جذبات اور جذبات کو اُبھارنے والے رشتے روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اعمال کی اصلاح عقیدہ کی نسبت زیادہ مشکل

ہو جاتی ہے۔ جب تک اس کی خدا تعالیٰ سے محبت ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اس محبت کی شدت کے مقابلہ میں بیوی بچوں کی محبت اور ان کا اصرار اور ان کی وہ شکلیں جو اسے اپیل کرتی ہیں دھندلی ہو جائیں اور وہ ان کے اثر سے آزاد ہو جائے اُس وقت تک عمل کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے۔ یا پھر اصلاح کی دوسری صورت یہ ہے کہ دنیا کا نظام ایسا تبدیل ہو جائے کہ اسے بددیانتی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور جو اس کی مشکلات ہوں وہ آپ ہی آپ دور ہو جائیں۔ اگر جو لوگ فاقے مر رہے ہوں انہیں کھانے کیلئے روٹیاں ملنے لگیں، جو ننگے پھر رہے ہوں انہیں پہننے کیلئے کپڑے مل جائیں اور جو غریب ہوں ان کی غربت دور ہو جائے تب بھی نیک اعمال میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے لیکن جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں نہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں اور نہ خدا تعالیٰ کی محبت ایسے مقام پر پہنچی ہوئی ہو کہ وہ باقی محبتوں کو مٹا دے اُس وقت تک یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ اعمال کی اصلاح ہو سکے۔ یہ دونوں چیزیں ہیں جو اصلاح کیا کرتی ہیں اور ان دونوں کا ایک وقت میں موجود ہونا اصلاح کیلئے ضروری ہوتا ہے تا کہ کامل اور ناقص ہر ایک کی اصلاح ہو سکے لیکن اگر یہ دونوں ایک وقت میں میسر نہ ہوں تو کم سے کم ایک چیز کا پیدا کرنا دنیا کی اصلاح کیلئے ضروری ہے۔ یا تو ہمیں انسانوں کے قلوب میں خدا تعالیٰ کی محبت ایسے مقام پر لانی ہوگی کہ اس محبت کے مقابلہ میں انہیں دنیا کی تمام محبتیں بھول جائیں اور یا پھر ہمیں ان کی تکالیف دور کرنی اور ان کی ضروریات پوری کرنی پڑیں گی تا کہ جس حد تک بددیانتی مجبوری سے پیدا ہوتی ہے اس کا ازالہ ہو جائے۔

چھٹا سبب جو اعمال کی اصلاح عقیدہ کی اصلاح کی نسبت زیادہ مشکل بنا دیتا ہے یہ ہے کہ عقیدہ کا خیال ہر وقت نہیں رکھنا پڑتا لیکن عمل کا خیال ہر وقت رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً جب ایک انسان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا ایک ہے تو ایک دفعہ یہ عقیدہ رکھ لینے کے بعد کہ خدا ایک ہے اس کیلئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ ہر دو گھنٹے کے بعد دُہرائے اور کہے کہ خدا ایک ہے۔ ظہر کے وقت پھر کہے کہ خدا ایک ہے، عصر کے وقت پھر کہے کہ خدا ایک ہے مگر عمل کے بارہ میں بار بار توجہ کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ مثلاً ایک دکاندار ہے اسے ہم نے کہہ دیا کہ دیانت سے کام کرنا۔ یہ کہنے کو ایک بات کہی گئی ہے مگر اس میں اور یہ عقیدہ رکھنے میں کہ خدا ایک ہے بہت بڑا فرق ہے۔

جب وہ دکاندار یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے تو اس کے متعلق بار بار اس کے دل میں سوال پیدا نہیں ہوتا، نہ لالچ کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہے کہ خدا ایک نہیں دو ہیں، دو نہیں تین ہیں لیکن دیانت کے متعلق دن میں پندرہ بیس دفعہ اس کے سامنے سوال آجاتا ہے۔ ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے مجھے چار آنے کی مصری دو۔ معاً اُسے خیال آتا ہے کہ میں اسے چار آنے کی مصری دوں یا پونے چار آنے کی دوں۔ اِسے کیا پتہ کہ چار آنے کی مصری کتنی آتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور شخص آتا ہے اور کہتا ہے مجھے آٹھ آنے کی مصری دو۔ اُس وقت پھر اسے خیال آتا ہے کہ میں اسے آٹھ آنے کی مصری دوں یا ساڑھے سات آنے کی دوں اسے کیا پتہ کہ میں نے اسے دو پیسے کی مصری کم دی ہے۔ وہ جاتا ہے تو ایک اور شخص آتا ہے اور کہتا ہے مجھے گرم مصالحہ دینا۔ یہ پھر سوچتا ہے کہ میں وزن میں اسے گرم مصالحہ کم دوں یا نہ دوں یا کیوں نہ اسے ردّی مصالحہ دے دوں اس طرح گرم مصالحہ میں سے مجھے دمڑی یا دھیلا بچ جائے گا۔ اسی طرح کوئی آٹا لینے آتا ہے، کوئی آلو لینے آتا ہے، کوئی تیل لینے آتا ہے اور ہر گاہک کے آنے پر اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں بددیانتی کروں یا نہ کروں؟ لیکن یہ عقیدہ رکھنے کے بعد کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اس کے متعلق بار بار اس کے سامنے سوال نہیں آتا۔ یا مثلاً جھوٹ بولنے کی عادت ہے جتنی دفعہ کوئی دوست اُس سے ملتا ہے اور وہ اس سے کوئی بات پوچھتا ہے اسے خیال آجاتا ہے کہ جو بات یہ پوچھتا ہے اس میں اس کا اپنا فائدہ ہوگا یا دوسرے کا نقصان ہوگا۔ پس میں اپنے فائدہ کی بات کہوں یا نہ کہوں اور اس کو دکھ دینے والی بات زبان سے نکالوں یا نہ نکالوں۔ مگر کتنی دفعہ یہ سوال اس کے سامنے آتا ہے کہ خدا ایک ہے یا نہیں؟ محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں یا نہیں؟ کبھی کوئی مذہبی بحث ہوئی اور کسی نے دریافت کیا تو اور بات ہے ورنہ کئی آدمی ایسے ہوں گے جن سے کئی کئی مہینوں تک کبھی کسی شخص نے یہ نہیں پوچھا ہوگا کہ خدا ایک ہے یا نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اُس کے سچے رسول ہیں یا نہیں؟ نہ وہ سوال اِس رنگ کا ہوتا کہ اس کے نتیجہ میں کوئی قربانی کرنی پڑتی ہو۔

پس اوّل تو عقائد کے متعلق کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر کبھی پیدا ہو تو اس کیلئے کسی قربانی کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن عمل کا سوال ہر وقت انسان کے سامنے آتا رہتا ہے۔ اذان ہوتی

ہے اور ایک دکاندار اُٹھ کر نماز پڑھنے چلا جاتا ہے، دوسرا دُکاندار اسے دیکھتا اور جھٹ خیال کرتا ہے کہ یہ تو اِس وقت نماز پڑھنے چلا گیا ہے اگر میں اِس وقت اپنی دکان کھلی رکھوں تو کوئی گاہک مجھ سے سَودا لے لیں گے اور اس طرح مجھے دوسرے سے چار آنے یا آٹھ آنے کا زیادہ فائدہ ہو جائے گا۔ یہ خیال آنے پر ادھر تو نماز کی تیاری ہورہی ہوگی اور ادھر یہ اپنی دکان کھولے گاہکوں کے انتظار میں بیٹھا ہوگا لیکن خدا تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت اس طرح بار بار اس کے سامنے نہیں آتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ اعمال پر اسے بار بار توجہ کرنی پڑتی ہے اس لئے کبھی وہ سُست اور غافل ہو جاتا اور عملی اصلاح کا پہلو ذاتی مفاد کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔ اعمال پر بار بار توجہ دینے کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہو۔ جس طرح وہ شخص جو گھوڑے پر سوار ہو اُسے ہر وقت ہوشیار رہنا پڑتا ہے اِسی طرح مؤمن کو بھی ہر وقت اپنے اعمال پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے اور اگر وہ ایک لمحہ کیلئے بھی غافل ہو جائے تو گر جاتا اور اعمال کی اصلاح میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ (اس موقع پر حضور نے فرمایا مدرسوں کے اساتذہ کو چاہئے کہ وہ طالب علموں کو بتادیا کریں کہ جمعہ کے وقت حرکات کرنی منع ہیں۔ طالب علم اِس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں اور ان میں سے ساٹھ فیصدی برابر ایک دوسرے کو اشارے کر رہے ہیں۔ یہ نہایت ہی شرمناک حرکت ہے جو خطبہ کے آداب اور اس کے احترام کے سراسر خلاف ہے۔ بچوں کو کم سے کم ابتدائی دینی تعلیم تو اِس قدر دینی چاہئے کہ وہ خطبہ کے وقت ہر قسم کی حرکات سے بچیں اور یہ صرف بچوں کا سوال نہیں بعض بڑے آدمی بھی ایسی حرکات کرتے رہتے ہیں)۔

تو عملی اصلاح میں یہ دقّت پیش آتی ہے کہ اس کا ہر وقت خیال رکھنا پڑتا ہے اور چونکہ ہر وقت خیال نہیں رکھا جاسکتا اس لئے سُستی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ بیسیوں طبائع ایسی ہیں جو ہر وقت عملی اصلاح کا خیال نہیں رکھ سکتیں۔ جہاں ان کا خیال اِدھر اُدھر ہؤا اور انہوں نے عملی اصلاح سے غفلت کی فوراً ان کا قدم ڈگمگا جاتا ہے وہ بیس دفعہ بد دیانتی سے بچتے ہیں لیکن اکیسویں دفعہ ہوشیار نہیں ہوتے اور کوئی فریب کر بیٹھتے ہیں اور جب ایک فریب کرتے ہیں تو اس کے بعد دوسرا فریب کرتے ہیں اور دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھا کیونکہ اگر ایک دفعہ بھی دیانت کی زمام انسان کے ہاتھ سے نکل جائے تو وہ ہمیشہ کیلئے نکل جاتی ہے اور پھر اسے تھامنے

کیلئے بہت بڑا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی سے لڑائی کرتا اور اسے گالی دے دیتا ہے اس کے نتیجہ میں اسے ہمیشہ کیلئے گالیوں کی عادت ہو جاتی ہے۔ صرف پہلی دفعہ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کا سوال ہوتا ہے ورنہ اگر ایک دفعہ بھی کوئی بدی کر لے تو پھر انسان کا قدم لڑکھڑا جاتا اور صحیح راستہ پر بہت مشکل سے قائم ہوتا ہے۔

ساتواں سبب جس کہ وجہ سے عقیدہ کی نسبت عمل کی اصلاح زیادہ مشکل ہوتی ہے یہ ہے کہ عقائد کا تعلق خدا تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی خشیت ہر وقت سامنے رہتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے سامنے آ جاتی ہے، جب ہم کہتے ہیں محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں تو محمد ﷺ کی رسالت کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی ذات ہماری آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے، جب ہم کہتے ہیں مرنے کے بعد بھی زندگی ہے جس میں انسان کو اعمال کی جزاء وسزا ملے گی تو اِس عقیدہ کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کی ذات سامنے آ جاتی ہے، اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ملائکہ ہیں جو نیکی کی تحریک کرتے ہیں تو ملائکہ کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی ذات بھی ہمارے سامنے آ جاتی ہے، یا جب ہم کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی قضاء وقدر کا سلسلہ دنیا میں جاری ہے تو قضاء وقدر کے عقیدہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ذات بھی ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ غرض ہر عقیدہ ایسا ہے جس کا محور خدا تعالیٰ کی ذات ہے اس میں ہمیں نہ غصہ آنے کا کوئی سوال ہوتا ہے نہ لڑائی جھگڑے کا کوئی سوال ہوتا ہے خالص اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اُس کا تقویٰ اِس میں کام کر رہا ہوتا ہے اس لئے عقیدہ کی اصلاح مشکل نہیں ہوتی لیکن عملی اصلاح کا تعلق انسانوں سے ہے اور انسانوں سے دشمنی بھی ہوتی ہے، بے تعلقی بھی ہوتی ہے، ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے کوئی لالچ ہوتا ہے یا جنہیں ہم سے کوئی غرض ہوتی ہے اس لئے خشیت اللہ کی وہ دیوار جو عقیدہ میں انسان کی حفاظت کر رہی ہوتی ہے عمل میں نہیں کرتی۔ ایک انسان دوسرے کو کوئی نقصان پہنچا دیتا ہے کچھ عرصہ کے بعد اتفاقاً دوسرے کو اس کے متعلق کوئی گواہی دینی پڑتی ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ زید نے یہ کام کیا تھا یا نہیں؟ وہ سوچتا ہے اگر میں کہہ دوں نہیں تو اسے نقصان پہنچ جاتا ہے اور اگر ہاں کہہ دوں تو وہ بری ہو جاتا ہے اس پر وہ کہتا ہے اچھا اس نے مجھے فلاں وقت نقصان پہنچایا تھا میں بھی اسے نقصان پہنچاتا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی

وہ اس کے خلاف گواہی دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا تھا۔تو عقائد کا تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتا ہے اس لئے وہاں خشیت اللہ سے کام لیا جاتا ہے لیکن اعمال کا چونکہ انسانوں سے تعلق ہوتا ہے اور انسانوں سے تعلقات کشیدہ بھی ہوجاتے ہیں اس لئے انسان عملی میدان میں بہت سی کمزوریاں دکھا دیتا ہے اور جہاں سچ بولنے کا سوال آتا ہے وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ سے منع کیا ہؤا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ اس شخص نے فلاں وقت مجھے نقصان پہنچایا تھا میں اسے کیوں نقصان نہ پہنچاؤں ۔ یہ خیال نہیں آتا کہ سچ بولنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہؤا ہے۔تو عقیدہ کے معاملہ میں ہر وقت خدا تعالیٰ کی ذات انسان کے سامنے رہتی ہے لیکن عمل کے معاملہ میں انسانوں کی ذات سامنے رہتی ہے اور اس وجہ سے بسا اوقات لالچ ، دوستانہ، رشتہ داری،لڑائی ، بُغض اور کینہ انسانی اعمال کے اچھے حصوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ان تمام وجوہ سے وہ عقیدہ کو اَور نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے اور عمل کو اَور نقطہ نگاہ سے۔ وہ امانت کو اس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہؤا ہے بلکہ اس نقطہ نگاہ کے ماتحت دیکھتا ہے کہ اس خاص موقع پر امانت کی وجہ سے اس کے دوستوں یا دشمنوں پر کیا اثر پڑتا ہے۔اسی طرح وہ سچ کو اس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ نے سچ بولنے کا حکم دیا ہے بلکہ وہ اس نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے کہ آیا اس سے اُسے یا اس کے دوستوں اور عزیزوں کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا۔غرض عقیدہ کا چونکہ خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے اس لئے عقائد میں خشیت اللہ کام کرتی رہتی ہے اور اس سے عقیدہ کی اصلاح آسان ہوجاتی ہے لیکن اعمال چونکہ بندوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اس لئے اعمال میں خشیت اللہ کا خانہ خالی رہتا ہے اور عمل کی اصلاح بہت مشکل ہوجاتی ہے۔

آٹھواں سبب یہ ہے کہ عمل کی اصلاح دنیا میں ہو ہی نہیں سکتی جب تک خاندان کی اصلاح نہ ہو لیکن عقیدہ کی اصلاح اپنے طور پر ہوجاتی ہے۔ جب انسان یہ عقیدہ رکھے کہ خدا ایک ہے تو خواہ اس کے بیوی بچے یہ مانتے ہوں کہ خدا ایک نہیں دو ہیں ان پر اس عقیدے کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور نہ ان کے عقیدے کا اس کے عقیدے پر کوئی اثر ہوگا لیکن جب یہ کہتا ہے دیانتداری اختیار کی جائے تو دیانتداری اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک اس کی بیوی اور بچے اس کے ساتھ تعاون نہیں کرتے ۔ یہ چاہے کتنا ہی حلال مال کما کر لاتا ہو لیکن اگر اس کی بیوی ہمسایوں کو

لُوٹتی رہتی ہے یا اس کا بچہ رشوت کا مال گھر میں لاتا رہتا ہے تو اس کی روزی حلال بن کس طرح سکتی ہے؟ عقیدہ ایسی چیز نہیں کہ اسے اکٹھا کیا جاسکے اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ خاوند کا کوئی اور عقیدہ ہو اور بیوی کا اَور لیکن اعمال میں یہ بات نہیں ہوتی اعمال کا ایک دوسرے پر اثر پڑتا ہے اور اس لحاظ سے ضروری ہے کہ سب خاندان کے اعمال درست ہوں۔ جیسے ایک شخص خواہ کتنی ہی دیانت سے روپیہ کمائے وہ حلال کی روزی اُس وقت تک کہلا ہی نہیں سکتی جب تک اس کی بیوی اور اس کے بچوں کا کمایا ہؤا روپیہ بھی حلال نہ ہو کیونکہ روپیہ نے ایک جگہ جمع ہونا اور اکٹھا خرچ ہونا ہوتا ہے اور اگر حلال میں حرام مال ملتا رہے تو وہ ساری کمائی کو خراب کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دوست ولایت گئے جب وہاں سے واپس آئے تو انہوں نے سنایا کہ جس گھر میں مَیں رہتا تھا میں نے اس کی مالکہ کو سختی سے کہا ہؤا تھا کہ میں سؤر کا گوشت نہیں کھایا کرتا میرے لئے الگ بکرے کا گوشت پکایا کرو۔ وہ کچھ مدت تک مجھے گوشت کھلاتی رہی کہ یہ سؤر کا گوشت نہیں بکرے کا ہے۔ ایک دن میں اتفاقاً باورچی خانہ میں چلا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کانٹے سے ایک بڑے برتن میں سے ایک ایک بوٹی نکالتی اور دوسرے برتن میں ڈالتی جاتی ہے۔ میں نے کہا یہ کیا کرتی ہو؟ وہ کہنے لگی تم جو کہتے ہو کہ میں سؤر کا گوشت نہیں کھاتا میں تمہارے لئے بکرے کی بوٹیاں سؤر کی بوٹیوں میں سے الگ کر رہی ہوں۔ اُس دن معلوم ہؤا کہ وہ سؤر اور بکرے کا گوشت ایک ہی برتن میں پکاتی۔ بکرے کی بوٹیاں امتیاز کیلئے ذرا چھوٹی رکھاتی اور جب گوشت پک جاتا تو بکرے کی بوٹیاں الگ کرکے انہیں کھلا دیتی۔ اس دوست نے ذکر کیا کہ اِس پر میں اُس سے سخت ناراض ہؤا اور کہا کہ تم تو مجھ کو حرام کھلاتی رہی ہو، سؤر کے گوشت کے ساتھ دوسرا گوشت پکانا منع ہے۔ یہ سن کر وہ بہت بگڑی مگر آخر کہنے لگی اچھا میں تمہارے لئے بکرے کا گوشت الگ برتن میں پکایا کروں گی۔ وہ کہنے لگے چند دنوں کے بعد پھر جو میں باورچی خانہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو ہنڈیاں چڑھی ہوئی ہیں ایک میں سؤر کا گوشت ہے اور دوسرے میں بکرے کا۔ اس کے پاس ایک چمچہ ہے وہ کبھی ایک ہنڈیا میں پھیرتی ہے اور کبھی دوسری میں۔ اس پر میں نے پھر اُسے منع کیا تو وہ ناراض ہوگئی اور کہنے لگی میں اِس احتیاط کی قائل نہیں بھلا سؤر کے گوشت والا چمچہ بکرے کے گوشت میں پھیرنے سے کیا نقصان ہو جاتا ہے۔

اس مثال کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جب گھروں پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر گھر میں صرف ایک آدمی کا کمایا ہوا مال نہیں آتا بلکہ اس میں کچھ حصہ باپ کا ہوتا ہے، کچھ بیٹے کا حصہ ہوتا ہے، کچھ بیوی کا حصہ ہوتا ہے، زمینداروں میں خصوصاً یہ بات پائی جاتی ہے کہ خاوند زمینداری کرتا ہے اور بیوی بھی گھی بیچ رہی ہوتی ہے یا انڈے بیچ رہی ہوتی ہے یا مرغیاں بیچ رہی ہوتی ہے اور اس میں بیسیوں ٹھگی کے موقعے اسے ملتے رہتے ہیں۔ اب خاوند خواہ کتنی دیانتداری سے زمینداری کرے اگر اس کی بیوی حرام خوری کرتی ہے یا بیوی تو دیانت دار ہے مگر خاوند بد دیانت ہے، بیوی تو صاف سُتھرا گھی لاتی اور نہایت مناسب قیمت پر اُسے فروخت کرتی ہے لیکن خاوند اپنے کام میں بد دیانتی کرتا اور حرام مال کما کما کر گھر میں لاتا ہے تو اس صورت میں ان کی روزی حلال کی روزی نہیں رہ سکتی کیونکہ اس میں حرام رزق شامل ہوتا رہتا ہے۔ تو عقیدہ الگ رکھا جا سکتا ہے مگر عمل الگ نہیں رکھا جا سکتا اس لئے عمل اُس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک سارے خاندان کے اعمال درست نہ ہوں اور سارے خاندان کے اعمال درست کرنے میں پھر دقتیں پیش آجاتی ہیں۔ مثلاً عبادت ہے۔ جب یہ صبح اپنے بچے کو نماز کیلئے جگانے لگتا ہے اس وقت فوراً جذباتِ محبت اس کے سامنے آجاتے ہیں اور دل میں کہتا ہے سخت سردی ہے میں اسے کیوں جگاؤں اگر نماز کیلئے جگایا تو اسے سردی لگ جائے گی۔ پھر وہ بیوی کو نماز کیلئے جگانے لگتا ہے تو اُس وقت بھی محبت کے جذبات اُس کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ کہتا ہے ساری رات یہ بچے کو اٹھا کر پھرتی رہی ہے اب میں اسے جگاؤں گا تو اِس کی نیند خراب ہو جائے گی بہتر ہے کہ یہ سوئی رہے نماز پھر پڑھ لے گی لیکن جب وہ کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے تو اس کے سامنے سردی گرمی کا سوال نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے بیوی کہو اللہ ایک ہے اور بیوی کہہ دیتی ہے اللہ ایک ہے، وہ کہتا ہے بیٹا کہو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور بیٹا کہہ دیتا ہے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔لیکن جب نماز کا سوال آتا ہے تو نماز چونکہ قربانی کا مطالبہ کرتی ہے اس لئے کبھی سخت سردی اور کبھی سخت گرمی کا عُذر اُس کے سامنے آجاتا ہے۔ چھ مہینے اس کے سامنے یہ سوال رہتا ہے کہ سخت سردی ہے ان ایام میں بچہ کو نماز کیلئے کیوں جگاؤں اسے سردی لگ جائے گی اور چھ مہینے اس کے سامنے یہ سوال رہتا ہے کہ نازک اور پھول سا بچہ ہے نماز پڑھنے گیا تو اسے گرمی لگ جائے گی۔ پھر کبھی بیوی کو جگاتے وقت یہ خیال آجاتا ہے کہ یہ ساری رات تو بچے کو

اٹھائے پھرتی رہی ہے اس لئے بہتر ہے کہ سوئی رہے نماز پھر پڑھ لے گی۔ غرض قدم قدم پر جذبات اور احساسات اس کے سامنے آجاتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ ان کی اصلاح ہوتی ہے اور نہ اس کی اپنی اصلاح مکمل ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا [۲] اے میرے بندو! نہ صرف اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی آگ سے بچاؤ۔ تمہارا صرف اپنے آپ کو آگ سے بچانا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو بچانا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر دوسرا نہیں بچے گا تو وہ تمہیں بھی لے ڈوبے گا۔ پس اعمال کی اصلاح میں ایک بہت بڑی روک یہ بھی ہوتی ہے کہ اعمال کی اصلاح اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک خاندان کی اصلاح نہ ہو اور خاندان کی اصلاح میں بسا اوقات انسان اپنے بچوں اور اپنی بیوی کی تکلیف کا خیال رکھنے کی وجہ سے ناکام رہتا ہے۔

اس جگہ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سبب اور اس سے پہلے سبب میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا سبب یہ تھا کہ اعمال کی اصلاح اس لئے مشکل ہوتی ہے کہ اس کا انسانوں سے تعلق ہوتا ہے اور اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ عمل کی اصلاح کیلئے خاندان کی اصلاح ضروری ہے اور بسا اوقات انسان عملی اصلاح سے اس لئے سُستی کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے اس سے دوسرے عزیز کو تکلیف ہوگی۔ مثلاً جھوٹ بولنا بچے کہاں سے سیکھتے ہیں؟ جھوٹ بولنا وہ یا ماں باپ سے سیکھتے ہیں یا بازاروں میں پھرنے والے لڑکوں سے۔ اور بازاروں میں وہ اسی لئے پھرتے ہیں کہ ان کے ماں باپ کہتے ہیں کہ ہم اپنے بچے کو گھر میں کہاں بٹھائے رکھیں اس کا دل میلا ہوگا جس طرح اور بچے گلی کوچوں میں پھر رہے ہیں یہ بھی جائے اور پھرے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جاتا ہے اور دوسرے بچوں سے جھوٹ بولنا، گالیاں دینا اور چوری کرنا سیکھ جاتا ہے۔ اگر وہ لڑکے کی تکلیف کا خیال نہ کرتے بلکہ اس کی نگرانی رکھتے اور بُرے لڑکوں کے پاس اسے نہ بیٹھنے دیتے تو نہ وہ گالیاں دینا سیکھتا، نہ چوری کرنا سیکھتا، نہ جھوٹ بولنا سیکھتا مگر ماں باپ کی نرمی کی وجہ سے یہ تمام عیب پیدا ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ بچے کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتے۔ یہ روکیں ہیں جو اعمال کی اصلاح میں پیدا ہوتی ہیں۔ گو اور بھی بعض اسباب ہیں جن کی وجہ سے اعمال کی اصلاح عقیدہ کی اصلاح کی نسبت زیادہ مشکل ہوتی ہے لیکن مثال کے طور پر میں نے آٹھ باتیں بتائی ہیں جن کی وجہ سے عمل کی

اصلاح زیادہ مشکل ہوتی ہے اور عقیدہ کی اصلاح اس کی نسبت بہت زیادہ آسان ہوتی ہے۔ عقیدہ میں جب ہم کہتے ہیں کہو اللہ ایک ہے تو دوسرا جھٹ اسے مان لیتا ہے لیکن عمل میں کئی جگہ عادت روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہے اور وہ انسان کو بے بس کر دیتی ہے۔ ہم ایک شخص سے کہتے ہیں تمہیں سچ بولنا چاہئے۔ وہ ہماری نصیحت کو تسلیم کرتا اور کہتا ہے ہاں جی سچ بولنا چاہئے لیکن ذرا آگے چلتا ہے تو جھوٹ بول لیتا ہے کیونکہ جھوٹ بولنے کی اسے عادت ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ ہم سے کہتا ہے میں ہمیشہ سچ بولوں گا لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس کے بیٹے کی کسی سے لڑائی ہو جاتی ہے پولیس تحقیقات کرتی ہے تو وہ پولیس کی گرفت سے اپنے بچے کو بچانے کیلئے کہہ دیتا ہے میرا بچہ تو یہاں تھا ہی نہیں وہ تو لاہور گیا ہؤا تھا۔ یا ہم سے کہہ جاتا ہے میں آئندہ باقاعدہ نماز پڑھوں گا اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز پڑھواؤں گا لیکن جب گھر پہنچتا ہے اور اپنے بچوں سے کہتا ہے اُٹھو نماز کیلئے مسجد میں چلیں تو اُسے پھر خیال آجاتا ہے اور باہر جھانک کر دیکھتا ہے اور کہتا ہے اِس وقت سخت لُو چل رہی ہے بہتر ہے یہیں نماز پڑھ لیں مگر گھر پر کون نماز پڑھتا ہے۔ مسجد میں جاتے ہوئے تو اسے ہر کوئی دیکھتا ہے اور اسے بھی خیال آتا ہے کہ مجھے تعہّد سے نمازیں پڑھنی چاہئیں لیکن جب اس کے دل میں گھر پر نماز پڑھنے کا خیال آتا ہے تو چونکہ گھر پر اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا اس لئے آہستہ آہستہ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیتا ہے۔ یا صبح کے وقت جب بچہ کو جگانا ضروری ہوتا ہے اسے خیال آجاتا ہے کہ بچہ ہے اس کی نیند خراب ہو جائے گی، بیوی رات بھر جاگتی رہی ہے اسے بھی نہیں جگانا چاہئے۔ یہی امانت، دیانت اور راستی کا حال ہے۔ غرض ہر کام کے کرتے وقت کئی روکیں حائل ہونے لگتی ہیں لیکن عقیدہ کے بارے میں ایسی روکیں حائل نہیں ہوتیں۔

پھر اعمال کے بارہ میں یہ لوگوں کا نقال بنتا ہے۔ ایک شخص کو دیکھتا ہے کہ وہ اکڑ کر جارہا ہے اس کے سر پر ہیٹ ہے اس کی مونچھیں اور ڈاڑھی منڈھی ہوئی ہیں۔ یہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں بھی اڑھائی روپے کی ٹوپی سر پر رکھ کر انگریز بن جاؤں تو کیا حرج ہے لوگ مجھے بھی ''صاحب سلام'' کہیں گے اور اس خیال کے آنے پر وہ دوسرے کی نقل میں ویسا ہی ہیٹ پہننا شروع کر دیتا ہے لیکن عقیدہ میں نقل کا خیال نہیں آتا کیونکہ وہ مخفی چیز ہے۔ غرض اعمال کے بارہ میں ایسی روکیں موجود ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے ہٹا دیتی اور اس کے قُرب سے پرے پھینک دیتی

ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اگر ہم اعمال کی اصلاح کرنا چاہیں تو اس طرف توجہ کریں۔ صرف یہ کہہ دینے سے کہ ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک ہم وہ کوشش نہ کریں اور ان ذرائع کو اختیار نہ کریں جن کے نتیجہ میں اصلاح ممکن ہے۔ ورنہ اس کے بغیر ہماری وہی حالت ہوگی جو ایک برہمن کی مثال میں بیان کی جاتی ہے۔ ہندوؤں میں صبح کے وقت دریا پر نہانا نہایت متبرک سمجھا جاتا ہے اور ہندوؤں میں سے برہمن تو اسے بہت ہی ضروری خیال کرتے ہیں۔

کہتے ہیں لاہور میں کوئی برہمن صبح کو اشنان کرنے چلا سخت سردی کے دن تھے۔ ہانپتا کانپتا دریا کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں ایک اور برہمن اسے مل گیا جو اُس کا واقف تھا اور جو دریا سے واپس آرہا تھا۔ وہ پوچھنے لگا بتاؤ غسل کیسے کیا آج تو سخت سردی ہے۔ وہ برہمن کہنے لگا میں تو دریا پر گیا مگر مجھے نہانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ پوچھنے لگا پھر کیا کیا؟ اس نے کہا میں نے ایک کنکر اُٹھا کر دریا میں پھینک دیا اور کہا ''تو را شنان سو مورا شنان''۔ تیرا نہانا سو میرا نہانا ہوگیا اور یہ کہہ کر میں واپس آگیا۔ یہ کہنے لگا اچھا پھر ''تو را شنان سو مورا شنان'' چلو پھر تیرا نہانا میرا نہانا ہوگیا اور وہیں سے اس کے ساتھ لوٹ آیا۔ تو اس وقت تک ہماری کوششیں اعمال کے میدان میں ایسی ہی ہیں کہ ''تو را شنان سو مورا شنان''۔ ہم ابھی ان ذرائع کو اختیار کرنے کیلئے آمادہ ہی نہیں ہوئے جو ایسے زمانہ میں جو مذہب کے ساتھ حکومت نہ ہو اختیار کرنے ضروری ہوتے ہیں اور جن ذرائع کو اختیار کر کے ہم اپنے اعمال کو ایسا محفوظ کر سکتے ہیں کہ ہمارے دل کی لالچیں اور حرصیں، ہمارے غصے اور ہماری نفرتیں، ہماری آنکھوں کی نظر جو کسی کو پسند کرتی ہے اور کسی کو ناپسند، ہمارے کانوں کی حِس جو کسی آواز کو اچھا سمجھتی ہے اور کسی کو بُرا، ہمارے رزق کی وسعت یا تنگی اور ہماری عزتوں کی زیادتی یا کمی ہمارے راستہ میں حائل نہیں ہوسکتی اور ہم تمام خطرات سے محفوظ رہ کر اسی طرح عملی اصلاح کر سکتے ہیں جس طرح عقائد کی اصلاح میں ہم نے کامیابی حاصل کی ہے مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت مختلف قسم کی قربانیوں کیلئے تیار رہے۔ جب تک ہماری جماعت اپنے آپ کو اسی طرح محفوظ نہیں کر لیتی جس طرح نہر کے دو کنارے پانی کو لئے چلے جاتے ہیں اُس وقت تک اصلاح کی کامیابی نہیں ہوسکتی۔ وہ پانی جسے میدان میں بکھیر دیا جائے کبھی وہ کام نہیں دے سکتا جو نہر کا پانی کام دیتا ہے۔ بکھرا ہوا پانی زمین میں بے فائدہ جذب ہو جاتا ہے مگر نہر

کا پانی زمینوں کو سرسبز و شاداب کرتا ہے۔ بارشیں کس قدر پانی لاتی ہیں مگر کس طرح بکھر بکھر کر ان کا بہت سا پانی ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ انسان جس کے فائدہ کیلئے وہ پانی اتارا گیا تھا اسے محفوظ نہیں کرتا۔ اس کے مقابلہ میں نہروں میں پانی بارشوں کے پانی کے مقابلہ میں کس قدر کم ہوتا ہے مگر نہر کا پانی کس قدر زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے۔

پس جب تک حد بندی نہ ہو اور جب تک بعض پابندیاں عائد نہ کی جائیں اس وقت تک روحانی پانی بھی بکھرا رہتا ہے لیکن جب تک ایک حد بندی کے ماتحت اس سے کام لیا جاتا ہے تو وہ عظیم الشان تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس پر ہماری جماعت کو خصوصیت سے غور کرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ ہماری جماعت کی اصلاح کے کیا ذرائع ہیں۔ پھر وہ ذرائع جو ان کے ذہن میں آئیں یا وہ ذرائع جو میں آگے چل کر بیان کروں گا اُن کو اختیار کرنا چاہئے خواہ ان ذرائع کے اختیار کرنے میں انہیں کتنی بڑی قربانی کرنی پڑے۔

یورپ میں ایک مشہور لیکچرار تھا اسے عادت تھی کہ جب وہ لیکچر دیتا کندھے اوپر نیچے کرتا رہتا۔ لوگ اسے کہتے کہ تمہارا لیکچر تو بڑا اچھا ہوتا ہے لیکن جب تم کندھے اوپر نیچے کرتے ہو تو لوگ تمہیں دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگ جاتے ہیں۔ وہ ہر دفعہ اقرار کرتا کہ آئندہ لیکچر میں یہ نقص نہیں ہوگا مگر جب پھر لیکچر دینے لگتا تو پھر اس کے کندھے ہلنے لگتے۔ آخر اُس نے سمجھا کہ یہ نقص اِس طرح دور نہیں ہوگا بلکہ سختی سے یہ نقص دور کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اُس نے گھر میں مشق شروع کی وہ گھر پر لیکچر دیتا تو دو تلواریں عین اپنے کندھوں کے اوپر لٹکا لیتا تا تقریر کے جوش میں جب اُس کے کندھے ہلیں تو تلواریں اُسے لگیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا جب وہ جوش سے کندھے ہلاتا تو تلوار غڑپ سے اُس کے کندھے میں گھس جاتی اور وہ رک جاتا۔ پھر تقریر کرتے ہوئے کندھے ہلتے تو پھر تلوار آ لگتی نتیجہ یہ ہؤا کہ چند دن کے بعد ہی اس کی عادت جاتی رہی۔ اسی طرح ہمیں بھی ایسے طریق ایجاد کرنے پڑیں گے جن کے نتیجہ میں لوگ اس بات پر مجبور ہو جائیں کہ نیک اعمال اختیار کریں۔ جب تک اِس تعہد اور اس ارادہ کے ساتھ ہم اصلاحی تدابیر اختیار نہیں کرتے چاہے ہزار سال گزر جائیں ہم اسی جگہ بیٹھے رہیں گے جس جگہ اب ہیں۔ ایک نقص کو دور کریں گے تو دوسرا نقص آ جائے گا، دوسرے نقص کو ہٹائیں گے تو تیسرا نقص آ جائے گا، تیسرے نقص کو ہٹائیں گے تو چوتھا

نقص آجائے گا۔

جیسے میں نے اپنا ایک رؤیا بیان کیا تھا جس میں مَیں نے دیکھا کہ چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے اور وہ کسی طرح بجھنے میں نہیں آتی۔ اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے گھبرایا ہوا دیکھ کر فرمایا فلاں جگہ آگ کی جڑ ہے اُسے دباؤ تو تمام آگیں خودبخود بجھ جائیں گی۔ اسی طرح جب تک ہم بدیوں کی جڑ نہیں پکڑیں گے اور جب تک ہم اس بات پر تیار نہیں ہوجائیں گے کہ خواہ ہمیں اپنی بیویوں، اپنے بیٹوں، اپنی ماؤں، اپنے باپوں، اپنے بھائیوں، اپنی بہنوں، اپنے دوستوں، اپنے عزیزوں اور اپنے رشتہ داروں سے الگ ہونا پڑے تو ہم الگ ہونے کیلئے تیار ہیں اُس وقت تک عملی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ عملی اصلاح کیلئے ہمیں وہی طریق اختیار کرنا پڑے گا جو ہر نبی کے زمانہ میں اختیار کیا جاتا ہے کہ خاوند کو بیوی سے، بیوی کو خاوند سے، بچے کو ماں سے، ماں کو بچے سے، بھائی کو بہن سے اور بہن کو بھائی سے الگ ہونا پڑتا ہے۔ اِس قربانی کو اختیار کئے بغیر اب چارہ نہیں کیونکہ اس کے بغیر احمدیت ایک تمسخر رہ جاتی ہے لیکن جب ہم اس امتحان میں کامیاب ہوجائیں گے، جب ہم خدا کیلئے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی جُدائی کو برداشت کرلیں گے تو جیسا کہ خداتعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ بچھڑے ہوؤں کو ملاتا ہے ہماری جماعت کے بچھڑے ہوئے عزیز بھی مل جائیں گے۔ اگر خداتعالیٰ کی رضا کیلئے کسی وقت خاوند کو بیوی چھوڑنی پڑے یا بیوی کو خاوند چھوڑنا پڑے، ماں باپ کو بچے چھوڑنے پڑیں اور بچوں کو ماں باپ سے الگ ہونا پڑے اسی طرح بھائی بھائی سے اور بہن بہن سے خدا کیلئے جُدا ہوجائے تو یقیناً اس سے ہمیں نقصان نہیں ہوگا بلکہ جب اس ابتلا میں ہماری جماعت کامیاب ہوجائے گی تو پھر خدا ماؤں، باپوں، بیویوں، بھائیوں، بہنوں، بھانجیوں، پھوپھیوں اور خالاؤں کو اکٹھا کردے گا مگر وہ ایک دفعہ اس قربانی کو چاہتا ہے جو اعمال کی اصلاح کیلئے ضروری ہے۔ ہم میں سے کتنے ہی ہیں جنہوں نے عقائد کی اصلاح کیلئے اپنے والدین کو چھوڑا، کتنے ہی ہیں جنہوں نے اپنی بیویوں کو چھوڑا، کتنے ہی ہیں جنہوں نے اپنے بھائیوں اور بہنوں کو چھوڑا اور انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اب اگر وہی قربانی ہماری جماعت عمل کی اصلاح کیلئے بھی کرے تو اس دوسری آزمائش کے بعد ہماری چاردیواری مکمل ہوجاتی ہے۔ اب تک صرف دو دیواریں عقائد والی ہیں دو دیواریں جو عمل

والی ہیں وہ ابھی ہم نے نہیں بنائیں۔ اس وجہ سے چور آتا اور ہمارا مال اٹھا کر لے جاتا ہے لیکن جب ہم اس قربانی کے نتیجہ میں اپنی چاردیواری کو مکمل کرلیں گے تو پھر چور کے داخل ہونے کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے۔

پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ خود بھی اس سوال پر غور کریں اور جماعت کی عملی اصلاح کی تدبیریں سوچیں اور اگر ان کے ذہن میں کوئی تدبیر آئے تو وہ مجھے بتائیں۔ جیسا کہ بعض دوست مجھے خطوط کے ذریعہ اطلاع دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہر ایک شخص کو یہ ارادہ کرلینا چاہئے کہ اگر دوبارہ اسے اس آگ میں کودنا پڑا جس آگ میں اُسے احمدیت کو قبول کرتے وقت کودنا پڑا تھا تو وہ اس کیلئے خوشی سے تیار ہوگا۔ وہ اس بات کیلئے تیار ہوگا کہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ دے، وہ اس بات کیلئے تیار ہوگا کہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ دے، وہ اس بات کیلئے تیار ہوگا کہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کو چھوڑ دے مگر وہ اس بات کیلئے تیار نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے احکام کا وہ حصہ عمل میں نہ لائے جس کو عمل میں لانے کا خدا نے حکم دیا ہے۔

میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس اعمال کی اصلاح کا علاج موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا مامور یونہی تو نہیں بھیج دیا۔ کس طرح ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہو مگر وہ تدابیر نہ بتائی ہوں جن سے لوگوں کے اعمال کی اصلاح ہو سکے۔ اُس نے تدابیر بتائی ہیں مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت اس بات کا پختہ عہد کرے کہ وہ ان تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار رہے گی۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اپنی جگہ عہد کریں کہ ہم ان تجاویز پر عمل کرنے کیلئے تیار ہیں چاہے دوبارہ ان کے خاندانوں کو اُلٹ پلٹ کر دیا جائے، چاہے دوبارہ انہیں وہی قربانیاں کرنی پڑیں جو انہوں نے شروع میں احمدیت کو قبول کرتے وقت کیں پھر آپ لوگ دیکھیں گے کہ کس طرح وہی عقدۂ لاینحل جسے بیس سال سے حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے مگر وہ ابھی تک حل نہیں ہوا چند مہینوں میں حل ہو جاتا ہے یا کم سے کم اس کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے عقائد کی اصلاح کی نسبت عمل کی اصلاح کیلئے زیادہ جدوجہد کی ضرورت ہوتی اور لمبی قربانیوں کی حاجت ہوتی ہے کیونکہ گو اس کے بعض حصے صرف ارادہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مگر بعض حصے ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں لالچ،

غصہ، محبت، نفرت یا عادت کا دخل ہوتا ہے اور اس وجہ سے ان کی آہستہ آہستہ اصلاح ہوتی ہے۔

پس ایک طرف تو میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اصلاحِ اعمال کے ذرائع پر غور کرے اور جو مفید تجاویز میں مدد ومعاون بنیں گے وہ اپنے دلوں میں یہ نیت کر لیں کہ اگر انہیں ان ذرائع کے اختیار کرنے کے نتیجہ میں اپنے بیوی بچوں، بھائیوں اور بہنوں اور دوسرے عزیز و اقارب کو چھوڑنا پڑے تو وہ اس قربانی کیلئے ہر وقت تیار رہیں گے۔ اوّل تو ایمانداروں سے یہ امید ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ یہ دھمکی سننے کیلئے تیار ہوں۔ ہمیں تو امید رکھنی چاہئے کہ وہ اصلاحِ اعمال کے ذرائع سنتے ہی فوراً ان پر عمل کرنا شروع کر دیں گے لیکن جو اس کیلئے تیار نہ ہوں جماعت کے دوستوں کا فرض ہے کہ وہ صاف طور پر ان سے کہہ دیں کہ آج کے بعد ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ مت سمجھو کہ اس قسم کی ہنگامہ خیزی کوئی بُرا نتیجہ پیدا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی قربانی بُرے نتائج پیدا نہیں کرسکتی۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میرے شیطان کو بھی مسلمان بنا دیا ہے [۳] یعنی میرا شیطان بھی مجھے جو تحریک کرتا ہے وہ اچھی ہوتی ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کا جو سچا اور کامل متبع ہو اُس پر جو مشکلات آتی ہیں وہ اُس کی تباہی کا موجب نہیں ہوتیں۔ پس ہر قربانی جو اسلام کی ترقی کیلئے خدا تعالیٰ نے مقرر کی ہیں وہ نیک نتائج ہی پیدا کرتی ہے۔ اسے بُرے نتائج کا حامل کوئی نہیں بنا سکتا۔

(الفضل ۱۸ ؍جون ۱۹۳۶ء)

۱؎ فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ (النساء: ۴)

۲؎ التحریم: ۷

۳؎ مسلم کتاب صفات المنافقین باب تحریش الشیطان